itsurdu.blogspot.com

غریب لوگ

''صاحب جی...! ہم مزدور لوگ ہیں... زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے ہمیں روز جینا پڑتا ہے... روز مرنا پڑتا ہے... ایک ایک روپے کا حساب رکھنا پڑتا ہے۔ ہم تو چھٹی والے دن بھی چھٹی کرنے کے قابل نہیں ہیں...'' ایک دل کش کہانی۔

علی اکمل تصور

میں اس شہر میں اجنبی تھا۔ نیا شہر... اجنبی لوگ... بیگانے سے در و دیوار... شروع شروع میں میرے ساتھ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا، مگر پھر لگتے لگتے دل لگ جاتا تھا۔ کام میں بھی اور عوام میں بھی... مسافر سے مقیم بنتے ہی پھر میرے رُخصت ہونے کا وقت آجاتا اور میں کسی دُوسرے شہر کی طرف ہجرت کر جاتا مگر ابھی تو میں ہجرت کر کے یہاں آیا تھا۔ میں نے دفتر میں اپنے آنے کی اطلاع کر دی تھی۔ کل سے مجھے اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہونا تھا آج کے دن کی فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے میں شہر کی سیر کے لیے پیدل ہی چہل قدمی کرتا ہوا مین بازار میں جا پہنچا۔ مجھے چائے کی تمنا ہو رہی تھی۔ پھر مجھے ایک موڑ پر چائے کا ایک چھوٹا سا ہوٹل نظر آ گیا۔ ایک اُدھیڑ عمر آدمی کاؤنٹر پر کھڑا چائے بناتا نظر آیا۔ چند گاہک ہوٹل کے اندر چائے پی رہے تھے۔ ایک نوعمر معصوم بچہ کونے میں بیٹھا بڑا سا سلور کا پتیلا مانجھ رہا تھا۔ یہ پتیلا اُس کے ننھے ننھے ہاتھوں کی گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر اُس کے منہ سے سی کی آواز نکلی۔ میرا دل تڑپ کر رہ گیا۔ پتیلا مانجھتے ہوئے لوہے کی جالی کی تار اُس کے ہاتھ میں چُبھ گئی تھی۔ وہ اِرد گرد کے ماحول سے بے خبر بس اپنے کام میں مگن تھا۔

''آیئے جناب... بیٹھیے...'' چائے والا خوش اَخلاقی سے میری طرف متوجہ ہوا۔

میں ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد کونے والی میز پر بیٹھ گیا۔

''جلدی کر سیفی... سلیم سنار کی دُکان پر چائے دینے جانا ہے... چائے بس تیار ہونے لگی ہے۔'' بچے نے سر ہلایا اور جلدی جلدی پتیلا مانجھنے لگا۔ جب بھی وہ برتن مانجھتے والی جالی پتیلے کے اندر پھیرتا درد کی ایک لہر اُس کے پورے جسم میں دوڑ جاتی۔ تکلیف کے آثار اُس کے چہرے پر نمایاں تھے۔ میں سمجھ گیا تھا جہاں جہاں باریک تاروں کی نوکیں اُسے چبھ رہی ہیں وہاں وہاں صابن جلن پیدا کر رہا ہے۔ پھر اُس نے پانی بہا کر پتیلا صاف کر ہی دیا۔ اتنی دیر میں وہ چائے والا چھ کپوں میں چائے اُنڈیل چکا تھا۔

''چل شاباش... جلدی جا... پھر کی ہو جا...'' کاؤنٹر والے نے ٹرے سیفی کو تھما دی۔

بچے کے ننھے ننھے ہاتھ کانپ رہے تھے پھر وہ سنبھل کر قدم اُٹھانے لگا، کہیں چائے چھلک نہ جائے۔

''میں نے کہا پھر کی ہو جا... ٹانگوں میں جان نہیں ہے کیا...'' کاؤنٹر والا چلّایا۔

''جی... جی... جی...'' اب اُس نے رفتار پکڑ لی تھی۔

''جی صاحب... کیسی چائے پسند کریں گے...؟'' سیفی کو بھیج کر چائے والا اُٹھا پھر میری طرف متوجہ ہوا۔ مجھ سے میٹھا ہو چکا تھا۔

''کڑک... ایک دم کڑک...'' مجھے اُس پر بے حد غصہ آ رہا تھا۔

''ابھی لیجیے جناب...''

اب وہ میرے لیے چائے بنا رہا تھا پھر میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ سیفی واپس لوٹ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ اُس کے ہاتھ میں موجود ٹرے میں چائے کے کپ اب ٹوٹی ہوئی کرچیوں کی صورت میں موجود تھے اور اُس کا سارا لباس چائے سے بھیگا ہوا تھا۔ گرم گرم چائے نے اُس کے لباس کے نیچے موجود جسم کو کتنی تکلیف دی ہو گی یہ بات محسوس کی جا سکتی تھی مگر اُس وقت اُسے اس تکلیف سے زیادہ کسی اور بات کی تکلیف ستا رہی تھی۔ سیفی کو اس حال میں دیکھ کر چائے والے کا دماغ گھوم گیا تھا۔

''کیا ہوا...؟'' وہ کاٹ کھانے والے لہجے میں بولا تھا۔

''وہ جی... وہ جی...'' سیفی اور زیادہ سہم گیا تھا۔

''گونگا ہو گیا ہے کیا...!!''

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

''وہ... بازار میں ہجوم تھا... دھکا لگا... ٹرے نیچے جا گری اور... اور...''

''احمق... بے وقوف... گدھا... جانتے ہو تین سو سے بھی زیادہ کا نقصان ہو گیا... ٹھہر... ابھی بتاتا ہوں...'' چائے والے نے سیفی کے رُخسار پر ایک تھپڑ رسید کر دیا تھا۔ سیفی تو پہلے ہی ڈرا ہوا تھا۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔ اب میں رُک نہیں سکتا تھا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھیے صاحب... ابھی چائے دیتا ہوں۔''

''رُکو... آ کر چائے پیتا ہوں۔'' میں غصے میں تھا۔ میرا لہجہ بھی تلخ تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے ایک معصوم بچے پر ظلم ہوا تھا اور یہ ظلم میری برداشت سے باہر تھا۔ میں غصے میں آگ بگولا ہوٹل سے باہر نکلا اور ایک سمت قدم بڑھا دیئے۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ بازار سے نکلتے ہی سڑک آگئی تھی۔ میری منزل اب بس چند قدموں کی دُوری پر تھی۔ پھر میں اپنی منزل کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ بیرونی گیٹ پر دو پولیس والے اپنے ہاتھوں میں ہتھیار اُٹھائے کھڑے تھے۔ دروازہ آنے جانے والوں کے لیے کھلا ہوا تھا۔ میں سر جھکائے پولیس اسٹیشن کی اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ اب میں اس کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں پولیس کا عملہ بیٹھا تھا۔ میں جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا پولیس کا عملہ ہوشیار ہو گیا۔ سب نے ایڑھیاں بجا کر مجھے سیلوٹ کیا تھا۔ سامنے انسپکٹر کی کرسی خالی پڑی تھی۔ میں اطمینان سے کرسی پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ مجھے کل اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہونا تھا مگر اُس بچے کی وجہ سے مجھے آج ہی سے اپنے کام کا آغاز کرنا پڑ رہا تھا۔ میرا سر جھکا ہوا تھا اور میں اپنے ذہن میں تانے بانے بُن رہا تھا۔

''جناب... خیریت تو ہے...'' عملے کے ایک فرد نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں... ہمیں فوراً ایک جگہ پر چھاپا مارنا ہے... تیاری کرو...''

''جی جناب...'' پانچ منٹ میں تیاری مکمل تھی۔ میں نے اپنی وردی پہن لی تھی اور پھر میری قیادت میں دس افراد کا عملہ پیدل ہی بازار کی طرف روانہ ہوا۔ ہم جدھر سے گزرتے تھے چہ میگوئیاں شروع ہو جاتی تھیں۔

''نیا انسپکٹر آیا ہے... نیا انسپکٹر آیا ہے...'' یہ بازگشت میں سن رہا تھا۔ پھر ہم سب اس چائے کے ہوٹل کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ وہ اُدھیڑ عمر چائے والا گھبرا گیا تھا۔ پھر مجھے پولیس کی وردی میں دیکھ کر جانے کیوں وہ خوف زدہ ہو گیا۔

''چائے والے... میری چائے تیار ہے نا...!!'' میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا تھا۔

''جج... جناب... ابھی بنا دیتا ہوں۔'' وہ منمنایا۔

''نام کیا ہے تمھارا...؟''

''ر... ر... رفیق...''

''سیفی کہاں ہے...؟''

''وہ... وہ چائے دینے گیا ہے۔'' اُس وقت میرا دماغ گھوما ہوا تھا۔ میں آگے بڑھا اور پاس رکھے برتنوں کو زوردار ٹھوکر ماری۔ اس حملے میں کتنے ہی کپ ٹوٹ گئے تھے۔

''جناب... میرا قصور کیا ہے...؟ میرا قصور...؟''

میں نے گھما کر ایک تھپڑ اُسے دے مارا تھا۔ یہ سیفی کو مارے جانے والے تھپڑ کا بدلہ تھا۔ وہ چائے والا گر پڑا تھا۔ اُوپر سے میں نے اپنی ٹانگ گھما کر اُسے ٹھوکر ماری تھی۔ پھر میں نے دیکھا۔ سیفی سامنے کھڑا تھا۔ وہ بہت خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔ صدمے کی شدت سے وہ جیسے گونگا ہو چکا تھا۔ بچے کو دیکھ کر میں نے اپنے جذبات پر تھوڑا قابو پایا تھا۔

''سیفی...! ڈرو مت... میں تمھارے لیے ہی آیا ہوں۔ اب یہ ظالم تم پر ظلم کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔'' پھر میں نے اپنے عملے کے افراد کو حکم دیا:

''ان دونوں کو پولیس اسٹیشن لے چلو، یہ ہوٹل بند کر دو، چائلڈ لیبر کا ذرا بڑا سا کیس فائل کرو۔''

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد رفیق چائے والا میرے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ غم کی شدت سے اُس کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔ البتہ سیفی کو میں نے کرسی پر بٹھا رکھا تھا۔ میرے عملے کے افراد بھی کمرے میں موجود تھے۔

''تمھیں شرم نہیں آتی... ایک معصوم بچے پر ظلم کرتے ہو۔ کیا تمھارا کوئی اس عمر کا بچہ نہیں ہے... یقیناً نہیں ہو گا... اگر ہوتا تو تمھارے دل میں اس بچے کے لیے درد موجود ہوتا۔ سنگ دل آدمی... یہ سب میں نے تمھیں احساس دلانے کے لیے کیا ہے۔'' میرے لہجے میں تلخی کے ساتھ کڑواہٹ بھی تھی۔

''جناب...'' رفیق نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی۔

''چپ... ایک دم چپ...'' اب میں سیفی کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

''ڈرو نہیں بیٹا...ڈرو نہیں...میں تمھارے ساتھ اپنا ایک آدمی بھیجتا ہوں۔تم اپنے ابو کو بلا لاؤ...تمھارے اچھے مستقبل کے لیے یہ ضروری ہے۔میں اِس ظالم انسان کو سزا دلاؤں گا اور تمھارے لیے لکھنے پڑھنے کا انتظام کراؤں گا...بہت سے ایسے ادارے موجود ہیں جو غریب بچوں کی مدد کرتے ہیں...شاباش جاؤ...اپنے ابو کو لے کر آؤ...'' اب میں نے اپنے لہجے میں مٹھاس بھر لی تھی۔میں دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔اس شہر میں آتے ہی میں نے ایک اچھا کام کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔سیفی ابھی تک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

''جاؤ بیٹا...!اپنے ابو کو لے کر آؤ...مجھے اس ظالم انسان کے خلاف پرچہ کاٹنا ہے۔کیس کی پیروی تمھارے ابو کریں گے...جاؤ شاباش...اپنے ابو کو لے کر آؤ...'' میں اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔سیفی بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔میں نے ایک سپاہی کو اُس کے ساتھ جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔اب سیفی اُس چائے والے کی طرف دیکھ رہا تھا۔اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔شاید وہ سوچ رہا تھا کہ اب کی بار اچھا پھنسا ہے۔میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ موجود تھی۔

''جاؤ سیفی...اپنے ابو کو لے کر آؤ...تمھاری طرف سے کیس تمھارے ابو لڑیں گے۔'' میں نے سیفی کی حوصلہ افزائی کی تھی۔سیفی پلٹا تھا مگر کمرے سے باہر جانے کے بجائے چائے والے کے پاس آ کھڑا ہوا تھا پھر اُس نے رفیق چائے والے سے ایک ایسی بات کہی کہ مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

''ابو جی...آپ میرا کیس لڑیں گے نا...؟''

مجھ سے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا۔میں کسی بوسیدہ دیوار کی طرح اپنی کرسی پر ڈھیر ہو گیا تھا۔سیفی اُس چائے والے کا بیٹا تھا۔

''ہاں صاحب...آپ پرچہ کاٹیے...میں کیس لڑوں گا...کم سے کم میرا بچہ اچھی تعلیم حاصل کرنے کے قابل تو ہو جائے گا...میرے گھر میں میرے دو چھوٹے بچے...بیوی...بیوہ بہن اور بوڑھے ماں باپ بھی موجود ہیں۔مدد کرنے والے اُن اداروں سے کہیے گا کہ اُن کا بھی خیال رکھیں۔'' اب رفیق بول رہا تھا اور مجھے چُپ لگ گئی تھی۔

''صاحب جی...!ہم مزدور لوگ ہیں...زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے ہمیں روز جینا پڑتا ہے...روز مرنا پڑتا ہے...ایک ایک روپے کا حساب رکھنا پڑتا ہے۔ہم تو چھٹی والے دن بھی چھٹی کرنے کے قابل نہیں ہیں...کہیے نا ہماری مدد...مجھے جیل میں بند کر دیجیے...اگر آپ ہمارا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں تو میں خوش ہوں صاحب...میں خوش ہوں...'' جانے کیوں خوشی کی بات کرتے ہوئے وہ روئے جا رہا تھا۔اب وہ سوال پوچھ رہا تھا اور میرے پاس اُس کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا پھر وہ خاموش ہو گیا۔مجھے لگا کہ جیسے کائنات میں موجود ہر آواز نے خاموشی اختیار کر لی ہو۔پھر وہ سیفی کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑا۔مجھ میں اُسے روکنے کی ہمت نہیں تھی۔دروازے کے پاس پہنچ کر وہ رُکا اور پھر اُس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا:

''صاحب...!آپ غریبوں کے ہمدرد ہیں،مگر آپ کی ہمدردی نے ہم غریبوں کا ہی نقصان کر ڈالا...ذرا سوچیے اور کچھ ایسا کیجیے کہ ہم غریبوں کا کوئی فائدہ ہو...''

وہ چلا گیا اور میں اُس کی طرف تکتا رہ گیا۔وہ مجھے ایک دعوت دے کر گیا تھا۔اپنی بات پر۔اپنے درد پر سوچنے کی دعوت۔

itsurdu.blogspot.com